چوبیسواں فقہی سمینار

منعقدہ: ۹ تا ۱۱/ جمادی الاول ۱۴۳۶ھ، مطابق ۱ تا ۳/ مارچ ۲۰۱۵ء، دار العلوم الاسلامیہ اوچیرہ، کولم (کیرلا)

- ☆ قرآن کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت
- ☆ تجویز بسلسلہ برصغیر میں مطبوعہ قرآن مجید کے نسخے
- ☆ اسلام میں بچوں کے حقوق
- ☆ غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول
- ☆ حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات
- ☆ اعضاء واجزاء انسانی کا عطیہ
- ☆ اعلامیہ: تعلیم اور تعلیمی اداروں کی فرقہ واریت سے حفاظت

سوالنامہ:۱

قرآن مجید کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت سے متعلق بعض مسائل

قرآن کریم اللہ تعالی کی نازل کردہ آخری کتاب ہدایت ہے،قرآن کے بعدکوئی اورآسمانی کتاب نازل ہونے والی نہیں، قیامت تک انس وجن کی رہنمائی اسی کتاب (قرآن) کے ذریعہ ہوگی، اللہ تعالی نے خوداس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا:"إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون" (سورہ حجر:۹)۔

یہ اللہ جل شانہ کی حفاظت ہی ہے کہ قرآن کریم چودہ صدیاں گذرنے کے باوجوداسی طرح محفوظ اورموجود ہے جس طرح نازل ہوا تھا۔ دشمنان اسلام کی تمام تر سازشوں اورکوششوں کے باوجود نہ اس کے الفاظ میں تحریف ہوسکی اور نہ اس کے معانی میں تحریف کی ناپاک کوششیں کامیاب ہوسکیں۔

سابقہ آسمانی کتابوں کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا کہ ان کا اصل آسمانی متن محفوظ نہیں رہ سکا، ان کتابوں کو ماننے والی قوموں نے ان کتابوں کے ترجموں پر اکتفا کرلیا اور رفتہ رفتہ ان کتابوں کا اصل متن دنیا سے ناپید ہوگیا، اور ترجموں میں بھی ان اقوام کے احبار ورہبان اور ربّی حذف واضافہ، ترمیم وتبدیل کرتے رہے، سابقہ آسمانی کتابوں کے اصل متن کو زبانی یاد کرنے کا رواج ان قوموں میں نہیں رہا، اس طرح ان آسمانی کتابوں کا ربانی متن دنیا سے غائب ہوگیا، نہ وہ کتابوں میں محفوظ رہا نہ انسانی دماغوں میں۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا ہے، اس کی عملی صورت یہ ہوئی کہ امت مسلمہ میں قرآن کریم کو یاد کرنے کا غیر معمولی جذبہ وشوق پیدا فرمایا، اور اس امت کے لئے قرآن کریم یاد کرنا آسان بنادیا کہ نوعمر بچے اور بچیاں مختصر مدت میں پورا قرآن حفظ کرلیتے ہیں، ہر ملک میں ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں حفاظ قرآن موجود ہیں اور حفاظ قرآن کی تعداد میں دن بہ دن غیر معمولی اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے۔

غیر عربی میں قرآن کریم کے ترجمہ کا مسئلہ علماء امت میں اختلافی رہا ہے، انیسویں صدی کے اخیر تک علماء کی ایک بڑی تعداد کسی اور زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کرنے اور اسے چھاپنے کو ممنوع قرار دیتی رہی، ان کے اس نقطہ نظر کی ایک بنیاد تو یہ تھی کہ قرآن کریم کے الفاظ وآیات میں جو اعجاز، ایجاز اور جامعیت ہے اس کی ادائیگی کسی اور زبان میں ہو ہی نہیں سکتی اور دوسری بنیاد تھی کہ ترجمہ قرآن کا رواج پڑنے سے کہیں ایسا نہ ہوجائے کہ اصل متن قرآن سے امت کی توجہ ہٹ جائے اور لوگ تراجم کی طرف متوجہ ہوکر اصل قرآن کی برکتوں اور رحمتوں سے محروم ہوجائیں اور مستقبل بعید میں الفاظ قرآنی کی حفاظت کا مسئلہ خطرے میں پڑ جائے۔

ترجمۂ قرآن کی اجازت دینے والے علماء کا نقطہ نظر یہ رہا کہ ہم بھی اس سے متفق ہیں کہ قرآن کا کسی اور زبان میں ایسا ترجمہ کہ آیات قرآن کے تمام معانی اور اشارات اس میں منتقل ہوجائیں، ممکن نہیں ہے؛ بلکہ کسی اور زبان میں قرآن کے ترجمہ کا مقصد آیات کے ظاہر اور متبادر معنی ومفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنا ہے؛ تاکہ جو لوگ عربی زبان کو سمجھنے پر قادر نہیں ہیں، وہ ممکن حد تک اپنی زبان میں قرآن کے معنی ومفہوم اور پیغام کو سمجھ سکیں اور قرآن کی ہدایت رسانی کا دائرہ زیادہ وسیع ہوسکے، ترجمۂ قرآن کو ہرگز اصل متن قرآن کی حیثیت حاصل

نہیں، نہ اسے پڑھنے کو تلاوت قرآن قرار دیا جائے گا، نہ ہی نماز میں قرآن کی جگہ اسے پڑھا جائے گا وغیرہ۔

علماء ہند کے سرخیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فارسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کرکے اور ان کے گرامی قدر صاحبزادگان حضرت شاہ عبدالقادر اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحبانؒ نے اردو زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کرکے برصغیر کے علمی حلقوں کو ترجمہ قرآن کے جواز وعدم جواز کی بحث سے بہت پہلے فارغ کردیا تھا، لیکن برصغیر ہندوپاک میں ماضی قریب تک یہ التزام رہا کہ ترجمہ قرآن کو متن قرآن کے بغیر تنہا شائع نہ کیا جائے، اور اصحاب افتاء تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت کو ممنوع قرار دیتے رہے۔

لیکن ادھر ماضی قریب سے بعض افراد یا ادارے تنہا ترجمہ قرآن (متن قرآن کے بغیر) شائع کرنے لگے اور یہ رجحان رفتہ رفتہ بڑھنے لگا ہے، اس کی تائید میں دو باتیں کہی جاتی ہیں:

۱-اس میں مصارف کم آتے ہیں۔

۲- جو لوگ متن قرآن کو نہیں پڑھ سکتے، انہیں متن والا ترجمہ قرآن دینے سے کیا فائدہ؟ ترجمہ قرآن بہت سے غیر مسلموں کو بھی دیا جاتا ہے، انہیں متن پر مشتمل ترجمہ قرآن دینے میں قرآن کی بے حرمتی کا بھی اندیشہ ہے، اس سے بچنے کی بہتر صورت یہ ہے کہ انہیں متن کے بغیر صرف ترجمہ قرآن دیا جائے؛ تاکہ ان تک قرآن کا پیغام پہنچ بھی جائے اور قرآن کی بے حرمتی کا اندیشہ بھی نہ ہو۔

بغیر متن کے ترجمۂ قرآن کی اشاعت:

اس پس منظر میں علماء اور اصحاب افتاء کو یہ طے کرنا ہے کہ کیا کسی زبان میں (متن قرآن کے بغیر) تنہا ترجمہ قرآن کی اشاعت درست ہے؟ اگر یہ اشاعت ناجائز ہے تو اسے خریدنے، تقسیم کرنے اور ہدیہ کرنے کا کیا حکم ہے، اور اگر یہ اشاعت درست ہے تو بے وضو اسے چھونے کا کیا حکم ہے؟

غیر عربی رسم الخط میں قرآن کی کتابت:

دور حاضر میں قرآن کے حوالے سے ایک بات یہ بھی شروع ہوگئی ہے کہ جو لوگ قرآن پاک کی عبارت کو عربی رسم الخط میں نہیں پڑھ سکتے یا اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے ان کے لئے متن قرآن کو ان کی زبان (ہندی، انگریزی وغیرہ) اور انکے رسم الخط میں لکھ دیا جاتا ہے، یعنی عبارت قرآن کی ہوتی ہے اور رسم الخط غیر عربی ہوتا ہے؛ تاکہ غیر عربی داں حضرات کو تلاوت قرآن میں سہولت ہو، شرعاً ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر عربی رسم الخط اور رسم عثمانی میں متن قرآن کو باقی رکھتے ہوئے کسی اور زبان کے رسم الخط میں قرآن کو لکھ دیا جائے اور دونوں کو ساتھ شائع کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے اور غیر عربی رسم الخط میں تنہا قرآن کی اشاعت کا کیا حکم ہے؟

بریل کوڈ میں قرآن مجید کی کتابت:

دور قدیم میں نابینا افراد کی تعلیم کا طریقہ صرف زبانی تلقین کا تھا، بصارت سے محرومی کی بنا پر ان کے لئے یہ بات متصور نہیں تھی کہ وہ لکھی ہوئی چیزوں کو پڑھیں، لیکن قریبی ایک دوصدی میں اس کے لئے مخلصانہ کوششیں ہوئیں کہ بینائی سے محروم یا انتہائی کمزور بینائی والے افراد کی تعلیم کے لئے پیش رفت کی جائے، چنانچہ بریل کوڈ ایجاد کیا گیا، جو نسبۃً موٹے کاغذ پر ابھرے ہوئے نقطوں کی شکل میں ہوتا ہے اور نابینا

افراد عموماً انگلیوں کے پوروں کے لمس سے اسے پڑھتے ہیں، یعنی جو کام بینا افراد اپنی نگاہوں سے لیتے ہیں، وہ کام بینائی سے محروم افراد انگلیوں کے پوروں کے لمس سے لیتے ہیں، رفتہ رفتہ بریل کوڈ میں کتابیں تیار ہوگئیں، رسالے نکلنے لگے اور نابینا افراد کے لئے پڑھنے لکھنے کی ایک وسیع دنیا کھل گئی۔

نابینا افراد کے لئے اس پیش رفت کو اسلام نہ صرف پسند کرتا ہے؛ بلکہ اس کی حوصلہ افزائی اور ہمت افزائی بھی کرتا ہے۔اس لئے اب بریل کوڈ کی مدد سے نابینا افراد کی تعلیم کے بڑے بڑے دینی تعلیمی ادارے بھی کھل گئے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے لٹریچر بھی تیار کیا جارہا ہے۔

اس پس منظر میں ایک اہم سوال یہ ابھرا ہے کہ بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ بریل کوڈ نہ عربی رسم الخط ہے نہ رسم عثمانی، جس میں قرآن کو لکھنا لازم قرار دیا گیا ہے، لیکن بریل کوڈ میں قرآن کی اشاعت سے نابیناؤں کو غیر معمولی سہولت پیدا ہوجاتی ہے، وہ ہر قدم پر بینا افراد کے محتاج نہیں رہ جاتے، حفظ کرنے والے نابینا افراد اس کی مدد سے قرآن یاد کرسکتے ہیں، بھولنے کی صورت میں اس کی طرف مراجعت کرسکتے ہیں، براہ راست قرآن کا مطالعہ کرسکتے ہیں، سوال یہ ہے کہ بریل کوڈ کے عربی رسم الخط اور رسم عثمانی نہ ہونے کے باوجود کیا نابیناؤں کی مجبوری کی بنا پر بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست اور مستحسن ہے؟

بریل کوڈ میں تیار کردہ قرآن کا حکم کیا اصل قرآن کی طرح ہے کہ اس کو چھونے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے یا وضو کے بغیر بھی اسے چھوا جاسکتا ہے؟ اگر بریل کوڈ میں قرآن تیار کرنا درست ہے تو کیا اس کے کچھ مخصوص آداب واحکام ہیں؟

موبائل پر قرآن مجید:

آج کل موبائل میں بھی قرآن مجید کے متن اور اس کی تلاوت کو محفوظ کرنے کی آسانی پیدا ہوگئی ہے، اس طرح سفر وحضر میں کہیں بھی قرآن کی تلاوت کی جاسکتی ہے، تو اگر موبائل کی اسکرین پر قرآن مجید موجود ہو تو کیا موبائل کو ہاتھ میں لینے یا اسکرین پر ہاتھ لگانے کے لئے باوضو ہونا ضروری ہوگا، یا موبائل کے ڈھانچہ کو ایسا غلاف تصور کیا جائے گا جس کو بے وضو چھونے کی گنجائش ہوتی ہے؟

☆☆☆

سوالنامہ:

اسلام میں بچوں کے حقوق

ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلام نے تمام انسانوں خصوصا سماج کے کمزور طبقات (بچوں، بوڑھوں، عورتوں، مریضوں وغیرہ) کے حقوق کا تحفظ اپنے قانونی احکام اور اخلاقی تعلیمات کے ذریعہ جس طول واعتدال کے ساتھ کیا ہے، اس کی نظیر کسی مذہب اور قانون میں نہیں ملتی، دور حاضر میں بچوں کے وہ حقوق جو ہمارے سماج میں پامال ہورہے ہیں، ان کی نشاندہی اوران کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت بہت ضروری ہے۔ دور حاضر میں بچوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ملکی اور عالمی سطح پر بہت سے قوانین بنائے گئے، اقوام متحدہ نے اپنے ممبر ممالک کے لئے بھی حقوق اطفال کے بارے میں قوانین بنائے ہیں اور ہدایات جاری کی ہیں۔

اس پس منظر میں چند سوالات پیش خدمت ہیں، ان کا جواب آپ تفصیل اور دلائل کے ساتھ دیں اور خلاصہ جوابات بھی آخر میں تحریر کریں، نیز اگر آپ محسوس کریں کہ بچوں کے حقوق سے متعلق کوئی زیادہ اہم موضوع سوالنامہ میں رہ گیا ہے تو اسے بھی شامل کرکے جواب لکھیں:

الف: بچوں کے حق پرورش (حق حضانت) کے سلسلے میں اسلام کی بنیادی ہدایات کیا ہیں؟ نیز عمر کے جس مرحلہ میں ماں کو یا باپ کو پرورش کا اولین حقدار تسلیم کیا گیا ہے؟ اگر بچہ کو اس کے حوالہ کرنے میں تعلیمی، تربیتی، جسمانی یا نفسیاتی پہلو سے بچہ کے لئے مضرت کا اندیشہ ہو تو حق پرورش کے سلسلہ میں کیا حکم ہوگا، اور وہ کیا صورتیں ہوسکتی ہیں، جب بچوں کے مفاد میں کسی مرد یا عورت کو حق پرورش سے محروم کیا جاسکتا ہے؟

ب: (۱) اسلام میں بچوں کے حق تعلیم وتربیت کے بارے میں کیا بنیادی ہدایات ہیں؟

(۲) بچوں اور بچیوں کو کس قدر دینی تعلیم دینا ضروری ہے اور عصری تعلیم کس حد تک دینا ضروری ہے؟

(۳) اگر حکومت کسی سطح تک کی تعلیم کو بچوں اور بچیوں کے لئے لازم قرار دے تو کیا شرعاً اس کی پابندی مسلمانوں کے لئے لازم ہے؟

(۴) کیا جنس کی تعلیم بھی بچوں کا حق ہے جیسا کہ آج کل کہا جارہا ہے، اس سلسلہ میں اسلام کی ہدایات کیا ہیں؟

ج: نکاح کے بارے میں بچے اور بچیوں کے کیا حقوق ہیں؟ اس سلسلہ میں ہمارے سماج میں افراط وتفریط پائی جاتی ہے، ایک طرف بعض برادریوں میں بہت کم عمری میں نکاح کردیئے جاتے ہیں، جو بعد کو پیش آنے والے حالات میں بچوں کے لئے یہ غیر موزوں ہوتے ہیں، کبھی بالغ ہونے کے بعد بھی لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی میں غیر معمولی تاخیر کی جاتی ہے، جس سے اخلاقی بگاڑ پیدا ہونا فطری بات ہے، اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات اور شرعی ہدایات کیا ہیں؟

د: بہت سے ملکوں میں بچہ مزدوری قابل سزا جرم قرار دی گئی ہے، خود ہمارے ملک میں بھی اس طرح کا قانون موجود ہے، بلکہ عالمی ادارہ ''اقوام متحدہ'' نے اس کو ایک جرم شمار کیا ہے، اس قانون کا مقصد یہ ہے کہ کم عمری میں بچے کو مزدوری اور کام پر لگانے سے بچہ تعلیم حاصل نہیں کرپاتا اور اس کی جسمانی اور دماغی نشوونما صحیح طور پر نہیں ہوپاتی، بسا اوقات بچے اور بچیوں سے اتنے پرمشقت کام لیے جاتے ہیں، جو ان کے تحمل سے باہر ہوتے ہیں، اس کے نتیجے میں بچے موذی اور مہلک بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں، اسی پس

منظر میں درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- بچہ مزدوری کے بارے میں اسلام کا موقف کیا ہے؟

۲- والدین یا اولیاء، نابالغ بچے اور بچیوں سے اپنے گھر کا کام کس حد تک لے سکتے ہیں؟ اور کیا اپنی معاشی ضروریات پورا کرنے یا بہتر بنانے کے لئے ان سے مزدوری کرا سکتے ہیں؟ اسی طرح انہیں کوئی پیشہ ورانہ کام سکھانے کے لئے کام سے لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

۳- بعض والدین اپنی انتہائی غربت اور معاشی بدحالی کی بنا پر بچوں کو مزدوری پر لگاتے ہیں، نہ وہ خود کمانے کے لائق ہوتے ہیں، نہ حکومت ان کا تکفل کرتی ہے، ایسے والدین کا نابالغ بچوں کو مزدوری پر لگانا درست ہے یا نہیں، اس بابت اسلام کی کیا ہدایات ہیں؟

ہ: شرعاً بالغ ہونے سے پہلے اگر لڑکوں یا لڑکیوں سے جرائم سرزد ہوں مثلاً: قتل، غارت گری، چوری، زنا بالرضا یا زنا بالجبر، تو ان پر سزا جاری کی جائے گی یا نابالغ ہونے کی بنا پر انہیں چھوڑ دیا جائے گا، واضح ہو کہ دور حاضر میں نابالغوں میں پھیلتے ہوئے جرائم کے رجحان سے حکومتیں پریشان ہیں، ان پر قابو پانے اور ان کا سدباب کرنے کے لئے اسلام کی کیا ہدایات ہیں؟

و: مجرمانہ ذہن رکھنے والے بچوں کی سرزنش اور اصلاح کے لئے بچوں کی جیلیں قائم ہیں، ان جیلوں میں بھی بچوں سے پرمشقت کام لئے جاتے ہیں، اور سخت مار پیٹ کی جاتی ہے، ایسی جیلوں میں موجود نابالغ قیدیوں کے لئے کیا احکام ہیں، ان کو کیا سزائیں دی جاسکتی ہیں؟ ان سے کیا کام لئے جاسکتے ہیں؟ اور ان کی اصلاح کے لئے کیا تدبیریں اختیار کی جاسکتی ہیں؟

ز: بہت سے بچے بے سہارا ہوجاتے ہیں، کسی حادثہ میں ان کے والدین کے گذر جانے یا والدین سے بچھڑ جانے نیز ولادت کے بعد ماں باپ کی طرف سے پھینک دیئے جانے کی وجہ سے یا کسی اور سبب یہ صورت حال پیش آتی ہے، اسلام ایسے بچوں کی پرورش، ان کی تعلیم وتربیت اور ان کے لئے خاندانی ماحول فراہم کرنے کے سلسلہ میں کیا ہدایات دیتا ہے، اس سلسلہ میں حکومت کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور خود سماج کا کیا فریضہ ہے؟

ح: ہندوستان کی ایک تازہ رپورٹ کے مطابق ہر سال تقریباً دس لاکھ بچے گم ہوجاتے ہیں، یہ صورتحال اکثر پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک میں پائی جاتی ہے، خیال کیا جاتا ہے کہ یہ بچے مختلف مقاصد کے لئے فروخت کردیئے جاتے ہیں، بعض بچوں کو وہ لوگ حاصل کرلیتے ہیں جن کے پاس اولاد نہیں ہوتی، بعضوں سے بندھوا مزدور کا کام لیا جاتا ہے، بعض گداگری کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں، بعض ایسے بدقسمت بھی ہیں جن کے اعضاء کی خرید وفروخت کی جاتی ہے یا ان کا جنسی استحصال کیا جاتا ہے، ان صورتوں کے بارے میں شرعی نقطۂ نظر بنیادی طور پر واضح ہے، لیکن دو باتیں قابل وضاحت ہیں: اول یہ کہ کیا خود بچہ کے گارجین حد درجہ بڑھے ہوئے افلاس اور پرورش کی استطاعت نہ رکھنے کی وجہ سے کسی کو اپنا بچہ حوالہ کرکے اس سے بے تعلق ہوسکتے ہیں؟ اور اپنی فوری ضروریات کو پوری کرکے نیز دوسرے بچہ کی پرورش کی غرض سے بچہ حاصل کرنے والے کی طرف سے پیش کیا جانے والا ہدیہ قبول کرسکتے ہیں؟ دوسری قابل وضاحت بات یہ ہے کہ ایسے واقعات کی روک تھام کے لئے شریعت اسلامی کی تعلیمات کیا ہیں؟

ط: بعض بچے ذہنی یا جسمانی طور پر معذور پیدا ہوتے ہیں یا پیدا ہونے کے بعد معذور ہوجاتے ہیں، ان بچوں کی پرورش ایک بڑا مسئلہ ہوتا ہے، ان کے لئے مسلسل علاج اور نگہداشت کی ضرورت ہوتی ہے، خاص کر اگر والدین ملازمت کرتے ہوں تو ان کی دیکھ ریکھ کا مسئلہ خاصا گمبھیر ہوجاتا ہے، اس ذمہ داری سے فراغ یا فرار حاصل کرنے کے لئے بعض اوقات ایسے بچوں کو دماغی ہسپتال میں داخل کردیا جاتا ہے یا دوسرے ہسپتالوں میں رکھوا دیا جاتا ہے، جس کا مقصد علاج سے زیادہ ان کی نگہداشت ہوتی ہے، ایسے بچوں کے

بارے میں اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟ کس حد تک ان کا علاج کرانا واجب ہے، اور کیا ان کو باپ کی شفقت اور ماں کی ممتا سے محروم کر کے کسی ہسپتال میں داخل کر دینا ماں باپ کا اپنی ذمہ داری سے غفلت برتنا اور فرار اختیار کرنا متصور ہوگا؟

☆☆☆

سوالنامہ:

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

غذا انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور اس پر اس کی زندگی موقوف ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض چیزیں اخلاقی اعتبار سے یا صحت کے لحاظ سے انسان کے لئے نقصان دہ ہیں، اور انسان کو مضرت سے بچانا شریعت کا بنیادی مقصد ہے، اس لئے اسلام میں حلال وحرام کے تفصیلی احکام کی رہنمائی کی گئی ہے۔

بنیادی طور پر انسانی غذا میں کام آنے والی چیزیں دو طرح کی ہیں؛ ایک: نباتات، دوسرے: حیوانات۔ نباتات سب کی سب حلال ہیں، اس سے صرف دو صورتیں مستثنیٰ ہیں: ایک وہ چیزیں جو نشہ پیدا کرنے والی ہوں، دوسرے وہ چیزیں جو انسان کے لئے مضر ہیں، ان کے علاوہ اگر کسی چیز سے نشہ تو نہ آتا ہو اور فوری ہلاکت بھی واقع نہ ہوتی ہو؛ لیکن وہ بتدریج انسان کی صحت کو شدید نقصان پہنچاتی ہو تو ان کا استعمال بھی ممانعت کے دائرہ میں آتا ہے، اگر چہ ان کی ممانعت مسکر اور مہلک چیزوں سے کم درجہ کی ہے۔

البتہ حیوانات میں بیشتر چیزوں کو منع کیا گیا ہے یعنی ان میں اصل حرام ہونا ہے جب تک کہ اس کا حلال ہونا کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو؛ اسی لئے قرآن مجید میں حلال جانوروں کا جس قدر تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، کم ہی دوسرے احکام پر اتنی وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے، پھر جو پرند، چرند حلال کئے گئے ہیں، ان میں بھی ایک کو چھوڑ کر سبھوں کے حلال ہونے کے لئے ذبح شرعی ضروری ہے، اور صحیح طریقہ پر ذبح کرنے کے باوجود اس کے بعض اجزاء کی حرمت وممانعت باقی رہتی ہے۔

موجودہ دور میں اس مسئلہ نے اس لئے زیادہ اہمیت اختیار کرلی ہے کہ نباتی اور حیوانی غذائی اشیاء سے کھانے پینے کے لئے مختلف مصنوعات تیار کی جاتی ہیں، اور جو چیزیں حلال ہیں ان میں بھی تیز رفتار نمو پیدا کرنے، تازگی برقرار رکھنے، دیرپا بنانے، لذت میں اضافہ کرنے، اور خوشنما شکل دینے کے لئے مختلف ایسے اجزاء استعمال کئے جاتے ہیں، جو انسانی صحت کے لئے سخت نقصان کا باعث بنتے ہیں، اس پس منظر میں بہت سے مسائل غور طلب ہیں، جن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱- پیداوار بڑھانے کے لئے زمین میں ایسی کھاد استعمال کی جاتی ہے، جس میں بہت زیادہ سمّیت ہوتی ہے، یہاں تک کہ اگر انسان اس کو اصل حالت میں کھالے تو عجب نہیں کہ اس کی موت واقع ہوجائے، یہ سمیت زمین کے واسطہ سے پودوں میں شامل ہوتی ہے، اسی طرح بعض دواؤں کا پھلوں پر چھڑکاؤ کیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ کیڑوں سے محفوظ رہے، اگر کیڑے اس پر لگ جائیں تو مرجاتے ہیں، ان دواؤں کی سمیت کا اثر پھل میں بھی پہنچتا ہے، یہاں تک کہ ماضی قریب میں سعودی عرب نے لیبارٹری ٹیسٹ کے بعد ہندوستان کی ہری مرچوں کا اور یوروپین یونین نے ہندوستان کے آموں پر پابندی عائد کردی ہے، کیا پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا جائز ہے، جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو اور وہ بتدریج خطرناک مثلاً کینسر جیسی بیماری کا سبب بنتا ہو۔

۲- پھلوں کو پکانے کے لئے ایسے کیمیکل استعمال کئے جاتے ہیں کہ وقت سے پہلے پھل پک جائیں، یا وہ دیکھنے میں خوشنما نظر آئیں، یا

بعض اوقات انجکشن دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ تیزی سے پک جاتا ہے اور ایک درجہ میں اس سے مٹھاس بھی پیدا ہوجاتی ہے، نیز کاٹنے کے بعد وہ پھل اس طرح نظر آتا ہے جیسا کہ فطری طور پر پکی ہوئی حالت میں ہوتا ہے، میڈیکل ماہرین کا خیال ہے کہ قبل از وقت پھل پکانے یا استعمال کئے جانے والے کیمیکل انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہیں تو کیا پھلوں کو جلد از جلد پکانے کے لئے یا کسی ترکاری کے حجم کو بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے ایسی زہریلی دواؤں کا استعمال جائز ہے؟

۳- دودھ دینے والے حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے اور اگر جانور نے فطری طور پر دودھ دینا بند کردیا ہو تو مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے خاص قسم کے انجکشن لگائے جاتے ہیں، اس سے دودھ کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے؛ لیکن بعض اطباء کا خیال ہے کہ یہ دودھ انسانی صحت کے لئے مضر ہے؛ کیوں کہ جو چیز غیر فطری طور پر پیدا کی جاتی ہے، عام طور پر وہ انسان کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے تو کیا دودھ میں اضافہ کے لئے ایسی تدبیروں کا استعمال کرنا جائز ہوگا؟

۴- بعض جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے دواؤں کا بھی استعمال ہوتا ہے اور غذاؤں کا بھی، جیسے پولٹری فارم میں پیدا ہونے والے بچوں کو تیزی سے بڑھانے کے لئے، اس سے ان کو دوہرا فائدہ ہوتا ہے، ایک: گوشت کی مقدار میں اضافہ، دوسرے: کم مدت میں پرورش کی ذمہ داری سے فارغ ہوجائے، مرغی وغیرہ کی اصل غذا نباتات ہے، مچھلیاں پانی کے اندر پائے جانے والے نباتات یا چھوٹے آبی جانوروں سے اپنی غذائی ضرورت پوری کرتے ہیں، لیکن اب ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے لئے جو غذا تیار کی جاتی ہے، اس میں ایسے جانوروں کے بھی اجزاء شامل کردیئے جاتے ہیں، جو تیزی سے وزن کو بڑھادیں، بتایا جاتا ہے کہ خنزیر کی چربی اس کام کے لئے بہت مفید اور موثر سمجھی جاتی ہے، اور آج کل بعض مغربی ملکوں سے مرغی اور مچھلی کے لئے جو خوراک سپلائی کی جاتی ہے، اس میں یہ اجزاء شامل کئے جاتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ:

الف: کیا جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے ایسی غذائیں دی جاسکتی ہیں؟

ب: اگر کسی حلال جانور کو یہ غذا کھلائی گئی، تو اب اس کا گوشت پہلے کی طرح حلال ہے یا حرام غذا کی وجہ سے اس میں حرمت یا کراہت پیدا ہوجائے گی؟

۵- اگر غذائی مصنوعات میں مضرِ صحت اشیاء کا استعمال کیا جائے تو اس عمل کا کیا حکم ہوگا، یہ ممانعت کس درجہ کی ہوگی؟ حرام ہوگی یا مکروہ؟ اسی طرح ایسی چیزوں کے خریدنے، خود کھانے اور دوسروں کو کھلانے کا کیا حکم ہوگا؟

☆☆☆

سوالنامہ:

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

جانوروں کے اجزاء اب نہ صرف روایتی کھانوں میں استعمال ہوتے ہیں؛ بلکہ بسکٹ، مشروبات، چیونگم، آئس کریم، بریڈ یہاں تک کہ کاسمیٹک اشیاء، ٹوتھ پسٹ، صابن وغیرہ میں بھی استعمال ہونے لگے ہیں، یہ بات ظاہر ہے کہ شریعت میں بہت سے جانوروں کو حرام قرار دیا گیا ہے، ان کے اجزاء کسی بھی صورت میں استعمال ہوں، اگر ان کی ماہیت تبدیل نہیں ہوتی ہے تو اس کو حرام ہی سمجھا جائے گا، یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ نہ صرف مشرقی ممالک میں بلکہ مغربی ملکوں میں آباد مسلمانوں کے اندر بھی دین سے وابستگی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ زندگی کے مختلف شعبوں میں شریعت اسلامی کے پابند رہیں۔

اسی پس منظر میں ایسے اداروں کی ضرورت پڑی، جو مناسب تحقیق کے بعد حیوانی اجزاء سے تیار کی جانے والی مصنوعات کے بارے میں حلال ہونے کی سرٹیفکٹ دیں، بنیادی طور پر حلال ہونے کی سرٹیفکٹ چار باتوں کو شامل ہے:

الف: یہ کسی حرام جانور کے اجزاء سے تیار نہیں کیا گیا ہے۔

ب: اس حلال جانور کو شرعی طور پر ذبح بھی کیا گیا ہے، اس میں مردار یا غیر شرعی ذبیحہ کے اجزاء شامل نہیں ہیں۔

ج: شرعی ذبیحہ کا کوئی ایسا جزء بھی شامل نہیں ہے، جس کے کھانے یا استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

د: اگر حرام جانور یا غیر شرعی ذبیحہ یا شرعی ذبیحہ کا حرام جزء صنعت میں استعمال کیا گیا ہے، تو اب وہ اس میں اپنی حقیقت وماہیت کے ساتھ باقی نہیں ہے اور اس کی ماہیت مکمل طور پر تبدیل ہو چکی ہے۔

ہندوستان میں چونکہ برادران وطن عام طور پر نباتی غذا کا ہی استعمال کرتے ہیں، اس لئے حلال وحرام کے زیادہ مسائل پیدا نہیں ہوتے تھے، لیکن گلوبلائزیشن نے پوری دنیا کو ایک تجارتی منڈی میں تبدیل کردیا ہے، اس لئے اب ہندوستان میں بھی لحمی اجزاء پر مشتمل مصنوعات تیار ہونے لگی ہیں اور تجارتی اعتبار سے یہ نہایت نفع بخش کاروبار بن چکا ہے، مغربی ملکوں میں وہاں کے حالات کے تحت دیندار مسلمانوں نے حلال سرٹیفکٹ کے ادارے بہت پہلے سے قائم کر رکھے ہیں اور بعض ملکوں میں حکومتیں بھی اس کو معتبر قرار دیتی ہیں، مسلم ممالک نے بھی خاص کر ایسی مصنوعات کو امپورٹ کرنے کے لئے حلال سرٹیفکٹ کا نظام قائم کیا ہے اور اس کے لئے مختلف غیر مسلم ملکوں میں اپنے نمائندے مقرر کئے ہیں۔

ہندوستان کے مخصوص حالات کے پس نظر میں یہاں ایسے اداروں کی زیادہ ضرورت نہیں محسوس کی گئی اور اس کی طرف کم توجہ دی گئی؛ لیکن اب جبکہ ہندوستان کے بارے میں محسوس کیا جاتا ہے کہ وہ معاشی دنیا میں ایک سپر طاقت کی حیثیت سے ابھرنے والا ہے اور تجارتی اعتبار سے اس کی پیش رفت کو قابل رشک نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے، ایسے اداروں کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے جو شرعی اصولوں کے مطابق تحقیق وتجزیہ کے بعد سرٹیفکٹ جاری کرے، بعض ادارے اس سلسلہ میں پیش رفت کرنے کے خواہش مند ہیں، اس کام کو صحیح طور پر انجام دینے کے لئے بظاہر دو چیزوں کی ضرورت ہے، ایک: اس موضوع سے اچھی طرح آگاہ علماء، ارباب افتاء، دوسرے: ایسی لیبارٹری اور تجزیہ کے ماہرین

جو ان مصنوعات میں شامل اجزاء کے بارے میں درست معلومات فراہم کرسکیں، ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں رہنمائی کرنا اور خطوط کار تیار کرنا شریعت اسلامی کے ماہر علماء اور صورت مسئلہ سے آگاہ فنی ماہرین کی ذمہ داری ہے، اس پس منظر میں یہ بات دریافت طلب ہے کہ:

الف: حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہونا چاہیئے؟

ب: ان مصنوعات کے سلسلہ میں کن لوگوں کی خبر معتبر سمجھی جائے گی؟ کیا اس سلسلہ میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر ہی اعتماد کیا جائے گا یا بظاہر معتبر غیر مسلموں کی خبر کو بھی قبول کیا جاسکتا ہے؟

ج: اس سلسلہ میں مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات کا کیا درجہ ہوگا؟ کیا ایسے ادارے کے لئے اپنی لیبارٹری کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے ارتباط ضروری ہوگا؟

امید کہ پیدا ہونے والے حالات کی روشنی میں اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔

☆☆☆

سوالنامہ:

اعضاء واجزاء انسانی کا عطیہ

اسلام میں انسانی زندگی کے تحفظ کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے، یہاں تک کہ حالت اضطرار میں جان بچانے کے لئے حرام اشیاء کو کھانے اور پینے کی بھی اجازت دی گئی ہے، انسانی زندگی کے تحفظ کا ایک اہم ذریعہ علاج بھی ہے، پیغمبر اسلام ﷺ نے علاج کرانے کی ترغیب دی ہے، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جیسے بیماریاں اللہ کی مشیت سے پیدا ہوئی ہیں، اسی طرح دوائیں بھی اللہ ہی کے حکم سے وجود میں آئی ہیں؛ لہٰذا جب بیمار ہو جاؤ تو دوا کا استعمال کیا کرو، خود رسول اللہ ﷺ نے اپنا علاج کرایا ہے۔

قدیم زمانہ میں عام طور پر نباتات اور جمادات سے علاج کیا جاتا تھا، بعض دوائیں زمین کے اجزاء سے حاصل کی جاتی تھیں، جیسے: چونا، لوہا، سونا، چاندی وغیرہ، اور نباتات تو بے شمار ہیں جن کا دوا کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے اور میڈیکل سائنس کی ترقی کے اس دور میں بھی بیشتر دوائیں نباتات ہی سے حاصل کی جاتی ہیں، جمادات ونباتات کے علاوہ حیوانی اجزاء سے علاج کی صورت بھی زمانہ قدیم سے پائی جاتی ہے، شہد کے شفا ہونے کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے، فقہاء کے یہاں بعض جانوروں کے دودھ یہاں تک کہ خون سے بھی علاج کا ذکر ملتا ہے، حدیث سے بطور علاج اونٹنی کے پیشاب استعمال کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ چنانچہ بعض فقہاء اس کے قائل ہیں۔

موجودہ سائنسی ترقی سے پہلے انسانی اجزاء سے علاج کا ایک دوصورتوں کو چھوڑ کر تذکرہ نہیں ملتا، جیسے کتب فقہ میں عورت کے دودھ کو کان کے درد میں بطور دوا کے استعمال کرنے کا ذکر پایا جاتا ہے؛ لیکن انسانی اعضاء اور دوسرے اجزاء کے ذریعہ علاج کا تذکرہ نہیں ملتا، انسانی اجزاء میں سے ایک شخص کا خون دوسرے شخص کو چڑھانے کی اجازت ہے، اور ایک شخص کے عضو کی دوسرے شخص کے جسم میں پیوندکاری کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ یہ موضوع اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے سمینار میں زیر بحث آچکا ہے اور ایک موقر عالم دین کے اختلاف کے ساتھ شرکاء سمینار نے اسے جائز قرار دیا ہے، دوسری فقہ اکیڈمیوں کے فیصلے بھی اسی نقطہ نظر پر مبنی ہیں۔

اب ایک سوال یہ ہے کہ کیا کوئی شخص دوسرے متعین فرد کو یا کسی بھی ضرورت مند کو زندگی کے تحفظ یا کسی اہم ترین جسمانی منفعت کے حصول کے لئے اپنے کسی جزء یا عضو کا عطیہ کرسکتا ہے؟ یہ مسئلہ اس لئے قابل غور ہے کہ ایک طرف اس میں انسانی مدد کا پہلو ہے جو شریعت میں ایک پسندیدہ فعل ہے، دوسری طرف انسان کا پورا وجود قابل احترام ہے، انسان کا اپنے کسی عضو یا جزء کو دوسرے کو استعمال کے لئے دے دینا بظاہر انسانی تکریم کی مغایر معلوم ہوتی ہے۔

ان دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

۱- کیا ایک مسلمان دوسرے مسلمان یا غیر مسلم کو اس کی ضرورت کی بناء پر خون کا عطیہ دے سکتا ہے؟

۲- قدرتی اور غیر معمولی حادثات میں خون کی بہت زیادہ ضرورت پڑتی ہے؛ کیوں کہ ایک ہی وقت میں بہت سارے زخمیوں کی جان بچانے کی کوشش کی جاتی ہے اور پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی مریض کو جس گروپ کا خون مطلوب ہو فوری طور پر اس گروپ کا خون مہیا نہیں ہوتا؛ چنانچہ اس ضرورت کو پوری کرنے کے لئے بلڈ بینک قائم ہیں جہاں لوگ رضا کارانہ طور پر خون کا عطیہ دیتے ہیں اور ایسے

بینک بھی عام طور پرخون کی قیمت وصول نہیں کرتے، مفت خون فراہم کرتے ہیں؛ البتہ چاہتے ہیں کہ اس کے بدلے میں متاثر شخص کے متعلقین بھی خون کا عطیہ دیں جو دوسرے مریض کو کام میں آئے، کیا ایسے بلڈ بینکوں میں مسلمان خون کا عطیہ پیش کر سکتے ہیں؟

۳- خدمت خلق کی مختلف تنظیمیں وقتاً فوقتاً بلڈ کیمپ قائم کرتی ہیں؛ تاکہ ایمرجنسی حالات کے لئے خون کا عطیہ حاصل کیا جائے اور اسے بلڈ بینک میں محفوظ کرادیتی ہیں، آج کل بعض مسلم تنظیمیں بھی ایسے کیمپ قائم کر رہی ہیں، خاص طور پر بڑے شہروں میں رسول ﷺ کی تاریخ ولادت میں ایسے کیمپ لگا کرتے ہیں اور برادران وطن پر اس کا اچھا اثر مرتب ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس صرف لینے والا ہاتھ نہیں ہے، دینے والا ہاتھ بھی ہے، تو کیا مسلمانوں کے لئے ایسے رضا کارانہ بلڈ بینک کا قائم کرنا جائز ہوگا؟

۴- خون کے عطیہ کے سلسلہ میں ایک قابل غور پہلو یہ بھی ہے کہ اگر کسی مریض کو خون کی شدید ضرورت ہو لیکن اس کا خون ایسے نادر گروپ سے تعلق رکھتا ہو جو بمشکل ہی ملتا ہو اور اسی گروپ کے خون کا حامل کوئی شخص موجود ہو تو اس کا خون دینا واجب ہوگا یا مستحب یا صرف جائز؟

۵- انسانی جسم کا ایک اہم ترین عضو جگر ہے، جو غذا کو ہضم کرنے اور انسان کو غذا میں غیر محسوس طور پر آجانے والے مسموم اجزاء سے محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، کچھ عرصہ پہلے تک جگر کی پیوند کاری کو ناممکن سمجھا جاتا تھا؛ لیکن جدید میڈیکل ترقی نے اس کو ممکن بنا دیا ہے اور خود ہندوستان میں اس کے کئی کامیاب آپریشن ہو چکے ہیں، ایک زندہ انسان کا جگر دوسرے انسان کو نہیں لگایا جا سکتا؛ کیونکہ انسان جگر کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ہے، البتہ جس شخص کا انتقال ہو چکا ہو، انتقال کے فوراً بعد اس کا جگر نکالا جا سکتا ہے؛ کیونکہ پہلے انسان کے دل و دماغ کی موت ہوتی ہے، اس کے بعد چند گھنٹوں تک اعضاء اور خلیات میں حیات باقی رہتی ہے اگر اس کے باقی رہتے ہوئے کوئی عضو نکال لیا جائے تو وہ دوسرے کو کام آسکتا ہے، کیا اس طرح کسی متعین مریض کو اس کی جان بچانے کے لئے یا اس عضو کو محفوظ کرنے والے کسی طبی ادارہ کو عطیہ کے طور پر دیا جا سکتا ہے تاکہ ایک انسان کی جان بچائی جا سکے۔

۶- بینائی اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے اور اسی لئے قرآن مجید میں بطور احسان کے قوت بصارت کا بار بار ذکر فرمایا گیا ہے، نابینا ہونے کی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ابھی تک کی تحقیق کے مطابق اس کا علاج نہیں ہو سکتا؛ لیکن بعض صورتوں میں اس کا علاج ممکن ہے کہ ایک انسان کے آنکھ کے قرنیہ کی اس نابینا کے حلقہ چشم میں پیوند کاری کر دی جائے، اس طرح اس کو بینائی حاصل ہو سکتی ہے، ایک زندہ شخص کی آنکھ سے بھی اسے حاصل کیا جا سکتا ہے اور مرنے کے بعد بھی چند گھنٹے کے اندر مردہ سے قرنیہ حاصل کیا جا سکتا ہے، سوال یہ ہے کہ:

الف: اگر کوئی زندہ شخص کسی دوسرے شخص کو اپنی آنکھ کا قرنیہ عطیہ کرے اور سوچے کہ میرا کام تو ایک آنکھ سے چل سکتا ہے، اس سے ہمارے دوسرے بھائی کی آنکھیں بھی روشن ہو جائیں گی تو کیا ایسا کرنا جائز ہوگا؟

ب: کیا کسی شخص سے قرنیہ اس کی موت کے بعد حاصل کیا جا سکتا ہے؛ تاکہ کسی متعین شخص کو بینائی فراہم کیا جا سکے؟

ج: آج کل اس مقصد کے لئے آئی بینک بھی قائم ہیں، جس میں رضا کارانہ طور پر آنکھوں کا عطیہ دیا جا سکتا ہے اور جس کو ضرورت درپیش ہو، آئندہ اس کے حق میں اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے، کیا ایسے بینک کو زندہ یا مردہ شخص کی آنکھوں کا عطیہ دیا جا سکتا ہے؟

۷- پانچویں اور چھٹے سوال میں یہ بات بھی وضاحت طلب ہے کہ اگر مردہ شخص کے جسم سے جگر یا آنکھ حاصل کرنی جائز ہو تو اس سلسلہ میں کس کی اجازت معتبر ہوگی، خود اس شخص کی، یا اس کے ورثہ کی، یا دونوں کی؟ یعنی مردہ کی وصیت کافی ہوگی، یا صرف ورثہ کی

اجازت دینا کافی ہوگا، یا مردہ کی وصیت کے ساتھ ساتھ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی طرف سے آمادگی بھی ضروری ہوگی؟

۸- اللہ تعالی نے ہر نومولود کے لئے اس کی ماں کے سینے میں صحت بخش دودھ کا خزانہ رکھا ہے، قرآن مجید کا بھی ارشاد ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں اور تمام میڈیکل سائنس دانوں کا بھی اتفاق ہے کہ بچہ کے لئے سب سے محفوظ، تقویت بخش اور بہترین غذا ماں کا دودھ ہے، سوائے اس کے کہ ماں کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو کہ اس کا دودھ بچہ کے لئے مضر ہو جائے، لیکن قدیم زمانہ سے یہ رواج رہا ہے کہ خواتین اپنے بچوں کے علاوہ دوسرے بچوں کو بھی دودھ پلایا کرتی تھیں اور دودھ پلانے والی عورتوں کو اس کی اجرت دی جاتی تھی، اسی پس منظر میں شریعت اسلامی نے رضاعت کو حرمت موبدہ کا ایک سبب مانا ہے، موجودہ دور میں خاص طور پر مغربی معاشرہ میں خواتین کی کسب معاش کی جدو جہد میں شامل ہوجانے کی وجہ سے یہ مزاج پروان چڑھا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلانا نہیں چاہتیں، اس پس منظر میں مغربی ملکوں میں بہت سے دودھ بینک قائم ہو گئے ہیں، جو اپنا دودھ فراہم کرنے والی عورتوں کو معاوضہ ادا کرتے ہیں اور ضرورت مند بچوں کو دودھ مہیا کر کے ان سے معاوضہ وصول کرتے ہیں؛ گویا یہ انسانی دودھ کی تجارت کی ایک شکل ہے، ہندوستان میں بڑھتے ہوئے معیار زندگی کی وجہ سے خواتین میں ملازمت کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے اور یہاں بھی اس طرح کے بینک قائم کئے جانے کی توقع ہے، تو ایسے بینک کو عوض دے کر یا بلاعوض کسی خاتون کا دودھ مہیا کرنا اور پھر اس دودھ کی ضرورت مند بچوں کے لئے فروخت کا کیا حکم ہوگا؟ اور اگر یہ صورت جائز ہو تو حرمت رضاعت کے سلسلہ میں کیا احکام ہوں گے؟

۹- موجودہ مغربی تہذیب نے عملاً اور بہت سی جگہ قانوناً اس بات کو تسلیم کرلیا ہے کہ نسبی شناخت کا تحفظ ضروری نہیں ہے اور بچوں کی ماں کی طرف نسبت کافی ہے، دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مردوں اور عورتوں میں خاصی تاخیر کے ساتھ نکاح کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے اور اس کے مختلف محرکات ہیں، جیسے ہر طرح کے معاشی اور سماجی فکر سے آزاد ہو کر اعلی ڈگریاں حاصل کرنا، عورتوں کا ملازمتیں کرنا، ایک عمر تک صنفی لذت اٹھانے کے لئے آزاد زندگی گذارنا، طلاق کا مشکل قانون، جس میں مرد پر ڈھیر ساری ذمہ داریاں عائد کردی جاتی ہیں وغیرہ، اس کی وجہ سے ایک دوسرا نقصان یہ ہے کہ بانجھ پن بڑھتا جارہا ہے اور بہت سے میاں بیوی فطری طور پر اولاد سے بہرہ یاب نہیں ہو پاتے، اس کے لئے مادہ منویہ بینک قائم کئے جاتے ہیں، جن مردوں کے مادہ منویہ میں تولیدی صلاحیت کے حامل جرثومے نہیں ہوتے ہیں، یہ ان کو کار کر جرثومے فراہم کرتے ہیں، اور جن عورتوں میں تولید کے لائق بیضے پیدا نہیں ہو پاتے ہیں، ان کے لئے بیضے فراہم کرتے ہیں، اب اس طرح کے بینک مشرقی ممالک اور مغربی تہذیب کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے خود ہمارے ملک ہندوستان میں بھی قائم کئے جارہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسے بینک قائم کرنا، کسی مرد یا خاتون کا بینک کو اور بینک کا کسی ضرورت مند مرد یا خاتون کو مادہ منویہ کا فروخت کرنا یا بغیر قیمت کے ہدیہ کے طور پر دینا کیا جائز ہوگا؟

☆☆☆

تجاویز:

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کا چوبیسواں فقہی سمینار مورخہ ۹-۱۱/ جمادی الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۱-۳/ مارچ ۲۰۱۵ء کو دارالعلوم الاسلامیہ اوچیرہ، کولم (کیرلا) میں منعقد ہوا، افتتاحی اور اختتامی اجلاس کی صدارت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے فرمائی، اجلاس میں کشمیر سے لیکر آسام اور کیرالا تک ہر علاقہ کے علماء اور ارباب افتاء، اہم دینی جامعات اور مراکز افتاء کے نمائندے شریک ہوئے۔ ہندوستان کے علاوہ سعودی عرب، برطانیہ، جنوبی افریقہ، ماریشس اور بعض دیگر ملکوں کے علماء اور ماہرین شریک تھے۔ سمینار میں قرآن مجید کے متن وترجمہ کی اشاعت، بریل کوڈ میں قرآن کی تعلیم، بچوں کے حقوق، غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول اور حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لیے شرائط ومعیارات، اور اعضاء واجزاء انسانی کا عطیہ جیسے موضوعات پر غور کیا گیا اور فیصلے کیے گئے۔ غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے طریقۂ تحقیق کے سلسلہ میں جنوبی افریقہ اور برطانیہ کے حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے اہم اداروں کے نمائندوں نے وضاحت پیش کی، اور ہمدرد یونیورسٹی کے فوڈ پروڈکٹس سے متعلق ریسرچ کے ذمہ دار نے ہندوستان کے پس منظر میں اس موضوع کی تفصیلات پیش کیں۔ جگر کی پیوندکاری کے سلسلہ میں اس فن سے متعلق سرجنوں نے تفصیلات رکھیں اور نابیناؤں کی ایک منفرد دینی درسگاہ جو جنوبی افریقہ میں واقع ہے، کے ذمہ دار نے بریل کوڈ کی فنی تفصیلات پیش کیں اور نابینا بچوں کے طریقۂ تعلیم وتربیت پر روشنی ڈالی، مقالات ومباحث کو سامنے رکھتے ہوئے اور بحث ومناقشہ کے بعد درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں۔ ان کے علاوہ ہندوستان میں مطبوعہ قرآن مجید اور ممالک عربیہ میں طبع ہونے والے قرآنی نسخوں کے درمیان بعض رموز وعلامات کے سلسلہ میں جو فرق پائے جاتے ہیں، اور جس کی وجہ سے بعض لوگ غلط فہمی پیدا کر رہے ہیں اس سے متعلق وضاحت بھی کی گئی، نیز ہندوستان میں تعلیم کو جو فرقہ وارانہ رنگ دیا جارہا ہے اس پس منظر میں ایک اعلامیہ بھی منظور کیا گیا:

۱-قرآن کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت:

آج مورخہ ۳/ مارچ بروز شنبہ ۲۰۱۵ء ''قرآن کے متن وترجمہ کی کتابت واشاعت'' سے متعلق تجویز کمیٹی کے زیر بحث طے پایا کہ:

۱- قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آخری کتاب ہدایت ہے، جو قیامت تک انس وجن کی رہنمائی کرتی رہے گی، دنیا میں چونکہ مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں لہٰذا قرآنی تعلیمات کو عام انسانوں تک پہونچانے کے لئے مختلف زبانوں میں معتبر تراجم کو فروغ دیا جائے۔

۲- متن قرآن کے بغیر کسی بھی زبان میں تنہا ترجمۂ قرآن کی اشاعت ناجائز ہے، لہٰذا اسے خریدنا، تقسیم کرنا، ہدیہ کرنا درست نہیں ہے۔

۳- عثمانی رسم الخط کے علاوہ کسی دوسرے رسم الخط میں قرآن مجید کی کتابت واشاعت ناجائز ہے۔

۴- قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنا اور اپنے اندر ناظرہ قرآن پڑھنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہر مسلمان مرد وعورت کا شرعی فریضہ ہے، اس لیے ہر شخص کو خود بھی یہ صلاحیت حاصل کرنی چاہئے اور اپنے بچوں اور زیر تربیت افراد کو اس کی تعلیم دلانے کا اہتمام کرنا چاہئے ورنہ وہ عنداللہ جواب دہ ہوں گے۔

۵- اصل تو یہ ہے کہ صرف عربی رسم الخط میں قرآن کریم کی اشاعت کی جائے؛ لیکن ضرورتاً عربی متن کے ساتھ غیر عربی رسم الخط میں درج ذیل شرائط کے ساتھ اشاعت کی گنجائش ہے:

الف: قرآن کریم کی ترتیب نہ بدلے۔

ب: مخارج کا حتی الامکان لحاظ کیا جائے۔

ج: عثمانی وعربی رسم الخط کی تمام خصوصیات کے لئے جامع و مانع اصطلاحات وضع کرکے اس زبان کے رسم الخط کو مکمل کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔

۶- نابینا اور معذور افراد سماج کی خصوصی توجہ اور ہمدردی کے مستحق ہیں، ان کی تعلیم کے لئے بریل کوڈ کی ایجاد نہایت اہم پیش رفت ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ اس رمزی زبان کے ذریعہ نابینا حضرات کو زیادہ سے زیادہ علوم اسلامیہ سے استفادہ کی سہولت فراہم کی جائے۔

۷- بریل کوڈ کے مسلمان ماہرین سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اس کوڈ کو زیادہ سے زیادہ عربی خط اور رسم عثمانی سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کریں؛ تاکہ یہ رموز قرآن مجید کے اصل رسم سے زیادہ سے زیادہ ہم آہنگ ہوجائے۔

۸- چونکہ بریل کوڈ علامتی زبان ہے، رسم الخط نہیں اس لئے نابینا افراد کی حاجت وسہولت کے پیش نظر بریل کوڈ میں قرآن حکیم کی کتابت واشاعت جائز ہے، اور چونکہ یہ قرآن کریم کا رمز ہے اس لئے اس کا پورا احترام ملحوظ رکھا جائے؛ البتہ یہ بات ضروری ہے کہ نابینا حضرات قرآن مجید کے صحیح تلفظ سے واقف شخص کی مدد سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کریں۔

۹- موبائل کی اسکرین پر نظر آنے والی آیات کو بے وضو نہ چھوا جائے۔

۱۰- موبائل اور اس قسم کے دیگر آلات کا ڈھانچہ اسکرین سے علیحدہ ہے، لہٰذا جب اسکرین پر قرآن مجید ہو تو موبائل یا دیگر آلہ کو ہاتھ میں لینے کے لئے باوضو ہونا ضروری نہیں۔

نوٹ: شرکاء سمینار میں سے مفتی جنید بن محمد پالن پوری (ممبئی)، مفتی محمد شاہد قاسمی (بھروچ) کی رائے میں قرآن مجید کے اصل متن کے ساتھ بھی غیر عربی رسم الخط میں اس کی کتابت جائز نہیں، نیز مولانا محمد ثوبان اعظم قاسمی (بہار) کی رائے میں یہ صورت بھی جائز نہیں ہے اور قرآن مجید کو بریل کوڈ میں منتقل کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

☆ تجویز بسلسلہ برصغیر میں مطبوعہ قرآن مجید کے نسخے:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی آخری کتاب ہے اور قیامت تک انسانیت کی ہدایت اسی کتاب سے متعلق ہے، اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور نہ صرف قراء وحفاظ کے ذریعہ اس کی حفاظت فرمائی گئی ہے، بلکہ متن قرآن کو جس طرح آپ نے املاء کرایا اور لکھوایا وہ طریقہ کتابت بھی رسم عثمانی کی صورت میں محفوظ ہے، عربی اور عجمی نیز مشرقی اور مغربی ممالک میں اسی طرح قرآن مجید کی کتابت ہوتی آئی ہے؛ البتہ اصل الفاظ سے ہٹ کر تسہیل تلاوت کے لئے جو رموز وعلامات اعراب استعمال کئے گئے ہیں ان میں کسی قدر فرق پایا جاتا ہے جس کا قرآن مجید کے الفاظ اور نفس متن کی کتابت سے تعلق نہیں، ہندوپاک میں قرآن مجید کی جس انداز پر کتابت ہوتی ہے وہ اس فن کی مرکزی شخصیت شیخ ابوعمرو الدانی (متوفی ۴۴۴ھ) کی تصریحات کے مطابق ہے، اور ہندوستان کے نہایت معتبر علماء، ارباب افتاء اور ماہرین فن کی توثیق کے ساتھ اس کی نشر وطباعت ہوتی آئی ہے، اس لئے اس میں تبدیلی اور بلاد عرب میں مروجہ رموز وعلامات کے مطابق اس کی کتابت نہ صرف غیر ضروری عمل ہے بلکہ یہ امت میں افتراق وانتشار کا سبب بن سکتا ہے، اس لئے امت میں جو طریقہ مروج رہا ہے کہ مختلف

علاقوں کے لوگ اپنی سہولت کے اعتبار سے اس علاقہ میں مروج رموز کے مطابق قرآن مجید کی نشر واشاعت کی خدمت انجام دیا کرتے ہیں، اس کو اسی طرح باقی رکھا جائے اور کسی بھی ایسے عمل سے بچا جائے جو فتنہ وانتشار کا سبب بن سکتا ہو۔

۲- اسلام میں بچوں کے حقوق:

۱- بچوں کے حق پرورش کے سلسلے میں بنیادی ہدایات یہ ہیں:

الف: حضانت شرعاً واجب ہے اور یہ فریضہ اصلاً ماں کا ہے، اس کو یہ کام انجام دینا چاہئے، اگر ماں نہ ہو اور حضانت کی حقدار اگر ایک ہی عورت موجود ہو تو بچہ کی پرورش اس پر واجب عینی، اور متعدد ہوں تو واجب کفائی ہے۔

ب: پرورش میں بچہ اور پرورش کنندہ، دونوں کی رعایت ملحوظ رکھی جائے گی۔

ج: عام حالات میں ماں کو پرورش کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا؛ البتہ بعض مخصوص حالات میں جبکہ کوئی دوسرا موجود نہ ہو اور بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو مجبور کیا جائے گا۔

د: پرورش کے لئے بچہ ماں کے پاس اس وقت تک رہے گا جب تک کہ اپنی بنیادی ضروریات مثلاً کھانا، پینا اور استنجا کے لائق نہ ہو جائے، بچہ میں سات سال کی عمر ہے اور لڑکی بالغہ یا قریب البلوغ تک ماں کے پاس رہے گی۔

ھ: پرورش کرنے والے کا عاقل، بالغ، امانت دار اور پرورش پر قدرت رکھنے والا ہونا ضروری ہے، اور عورت ہو تو یہ بات بھی ضروری ہے کہ وہ جس شخص کے نکاح میں ہو وہ زیر پرورش بچہ کا غیر محرم نہ ہو۔

و: جن صورتوں میں بچہ کو تعلیمی، تربیتی، جسمانی یا نفسیاتی پہلو سے مضرت کا اندیشہ ہو تو ان صورتوں میں حق پرورش ساقط ہو جائے گا۔

۲- الف: والدین اور سرپرستوں پر بچوں اور بچیوں کو اتنی تعلیم دینا ضروری ہے جس سے وہ اپنی دینی ذمہ داریاں ادا کرنے کے اہل ہو جائیں، اسی طرح حسب ضرورت عصری تعلیم بھی دی جائے اور اس سلسلہ میں شرعی حدود کی رعایت رکھی جائے۔

ب: اگر حکومت کسی سطح تک کی تعلیم بچوں اور بچیوں کے لئے لازم قرار دے اور وہ تعلیم شرعی اصول سے متصادم نہ ہو، اور کوئی بات ایمان واخلاقیات کے منافی نہ ہو اور نہ ہی بے راہ روی وانحراف کا باعث ہو تو اس کی پابندی مسلمانوں کو کرنی چاہئے۔

ج: آج کل بچوں کے لئے جس جنسی تعلیم کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اس کی گنجائش اسلام میں بالکل نہیں ہے؛ کیونکہ اس کے مفاسد بہت ہیں اور اس سے بے راہ روی پیدا ہوتی ہے، ایسی عمر میں بچوں کو اخلاقیات کی تعلیم دی جانی چاہئے۔

۳- نکاح کے بارے میں اسلامی تعلیم اور شرعی ہدایت یہ ہے کہ بلوغ کے بعد بچہ اور بچی کی شادی میں زیادہ تاخیر نہ کی جائے؛ کیونکہ اس سے جسمانی، روحانی اور سماجی نقصانات پیدا ہوتے ہیں، بعض مصالح کی وجہ سے کمسنی میں نکاح کا جواز ہے لیکن بہتر اور پسندیدہ بلوغ کے بعد کا نکاح ہی ہے۔

۴- بچہ مزدوری کے بارے میں اسلام کا موقف ہے کہ بچہ قابل رحم اور لائق شفقت ہے، لہٰذا حسب استطاعت اس کی بہتر تعلیم وتربیت کا انتظام کیا جائے اور ذہنی وجسمانی نشو ونما کے لئے بہتر مواقع فراہم کئے جائیں۔

۵- والدین یا اولیاء بچوں سے بقدر استطاعت ایسے گھریلو کام لے سکتے ہیں جن کا تعلق تربیت اور آداب زندگی سکھانے سے ہو، اسی طرح انہیں ایسا پیشہ ورانہ کام بھی سکھا سکتے ہیں جو ان کے حق میں مفید ہو۔

۶- جو والدین معاشی تنگی کا شکار ہوں، حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا تکفل کرے اوران کے لئے وظائف جاری کرے۔

۷- اگر اسلام کے اصول تعلیم وتربیت کی رعایت رکھی جائے تو بچوں سے جرائم کا صدور نہیں ہوگا۔ جرائم کی شرعی سزا جاری کرنے کے لئے بلوغ شرط ہے، لہٰذا نابالغ چوری، قتل اور زنا جیسے جرائم کا ارتکاب کرے تو اس پر حدود وقصاص کا اجراء نہیں کیا جائے گا؛ البتہ تادیب کی جائے گی۔

۸- والدین، اولیاء اور اساتذہ کو بچوں کی تادیب کا حق حاصل ہے؛ لیکن ضروری ہے کہ یہ تکلیف دہ اور مضرت رساں نہ ہو، اور شرعی حدود کے اندر ہو۔

۹- تادیب کے طور پر انہیں بچہ جیل میں رکھا جاسکتا ہے؛ لیکن ان کو سخت سزائیں دینا ناجائز ہے، سزائیں ان کی قوت برداشت کے مطابق دی جائیں، اور پُر مشقت کام نہ لیا جائے اوران کی اصلاح کے لئے جیلوں میں تعلیم وتربیت کا نظم کیا جائے۔

۱۰- بے سہارا بچوں کی پرورش اوران کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری اور خبر گیری اولاً ان کے رشتہ داروں پر، پھر حکومت پر، پھر سماج یا بالفاظ دیگر عامۃ المسلمین پر ہے، اس سلسلہ میں ہر شعبہ کو اپنی ذمہ داری کا احساس رکھنا چاہئے۔

۱۱- حد درجہ افلاس کی وجہ سے اپنا بچہ دوسرے کے حوالہ کرکے اس سے مکمل طور پر لاتعلق ہوجانا درست نہیں ہے، اس سلسلہ میں حکومت اورسماج کو سامنے آنا اور اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔

۱۲- والدین اور اولیاء پر ذہنی یا جسمانی طور پر معذور بچوں کی دیکھ ریکھ لازم ہے، خواہ گھر میں رکھ کر ہو یا ناگزیر ضرورت پر ہسپتال میں رکھ کر ہو، اور ایسے بچوں کا علاج حتی المقدور صبر واستقامت کے ساتھ کیا جائے، اور اللہ سے اس پر اجر کی امید رکھی جائے۔

۳- غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول:

۱- غذائی اشیاء سے صحت اور زندگی کا تحفظ متعلق ہے، اور یہ بات نہایت قابل افسوس ہے کہ بعض اوقات غذائی اشیاء کی تیاری اور فراہمی سے متعلق افراد اور کمپنیاں ان معیارات کو ملحوظ نہیں رکھتی ہیں جو حفظان صحت کے لئے ضروری ہیں، اسی طرح غذائی اشیاء اور دوسری استعمالی چیزوں میں ملاوٹ بھی پیدا کی جاتی ہے جو جھوٹ اور دھوکہ ہے، اس لئے اس طرح کی خدمت فراہم کرنے والے اشخاص و عہدے داروں سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ حفظان صحت کے اصولوں کا پورا خیال رکھیں، اس مقصد کے لئے حکومت کی جانب سے مقرر کردہ قوانین کا پورا احترام کریں، اور حکومت کو بھی چاہئے کہ وہ عوام کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے مؤثر قانون بنائے اور اس کو نافذ کرے۔

۲- پیداوار میں اضافہ کے لئے تدابیر اختیار کرنا شرعاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ پسندیدہ ہے؛ لیکن افزائش کی لالچ میں ایسی کھاد اور دواؤں کا استعمال جو انسانی صحت کے لئے سخت مضرت رساں ہو، درست نہیں۔

۳- پھلوں کو قبل از وقت پکانے اور خوشنما بنانے، نیز غیر فطری طریقہ پر حجم بڑھانے کے لئے ایسے کیمکل کا استعمال جو انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہو، شرعاً درست نہیں۔

۴- جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے کے لئے کسی مصنوعی تدبیر کا اختیار کرنا فی نفسہ جائز ہے؛ لیکن اس کے لئے کوئی ایسا طریقہ اپنانا جس سے جانور کو سخت تکلیف ہو یا حاصل ہونے والا دودھ انسانی صحت کے لئے مضر ہو، درست نہیں۔

۵- بلاضرورت ماکول اللحم جانوروں کو بالقصد ناپاک غذا دینا جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر ایسی کوئی غذا دی گئی تو ان جانوروں کے گوشت میں کوئی کراہت نہیں ہوگی، بشرطیکہ اس کے بدن سے نجاست کے اثرات ظاہر نہ ہوں۔

۶- اگر غذائی مصنوعات میں صحت کے لئے شدید مضر اشیاء کا استعمال کیا جائے تو یہ عمل ناجائز ہوگا۔

۴-حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات:

۱- شریعت میں حلال وحرام سے متعلق واضح احکام موجود ہیں، ان پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے اور اس سے تساہل نہ صرف شدید گناہ ہے بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی دوسری نیکیاں بھی ضائع ہوجاتی ہیں، اس لئے مسلمانوں کو اس سلسلہ میں پوری احتیاط برتنی چاہئے اور جو مسلمان ادارے حلال سرٹیفکٹ جاری کرتے ہیں وہ پوری تحقیق اور تیقظ کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو انجام دیں۔

۲- لحمی غذائی مصنوعات کا استعمال کرنا جائز ہے، بشرطیکہ جانور کا حلال ہونا اور شرعی طریقہ پر ذبح کیا جانا متحقق ہوجائے۔

۳- جن مصنوعات میں حرام اجزاء کا استعمال بھی کیا جاتا ہے ان کے لئے حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے کا اختیار صرف احکام شریعت کے واقف کار اور فنی مہارت رکھنے والے دیندار، معتبر افراد ہی کو ہوگا، کسی غیر مسلم یا غیر واقف کار کی تصدیق وخبر کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۴- غذائی مصنوعات کے اجزاء کی تحقیق کے لئے مسلمانوں کو خود اپنی لیبارٹری کا انتظام کرنا چاہئے؛ تاہم اپنی لیبارٹری نہ ہونے کی صورت میں غیر مسلموں کے زیر نگرانی کام کرنے والی معتبر لیبارٹری کی رپورٹ پر بھی اعتبار کرکے سرٹیفکٹ جاری کرنے کی گنجائش ہے؛ تاہم حتی المقدور اس بات کی کوشش ہونی چاہئے کہ تحقیق وتجزیہ کا یہ عمل کسی معتبر مسلمان شخص کی نگرانی میں ہو۔

۵- حلال سرٹیفکٹ جاری کرنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے، یہ کام وہی ادارہ انجام دے سکتا ہے جس میں خدا ترس، احکام شریعت پر گہری نظر رکھنے والے علماء واصحاب افتاء اور معتبر مسلمان ماہرین پر مشتمل افراد ہوں اور اس ادارہ کے نمائندے ذبح وغیرہ کے مراحل میں موجود رہ کر پوری تحقیق کے بعد سرٹیفکٹ جاری کریں اور مسلسل نگرانی رکھیں۔

۵-اعضاء واجزاء انسانی کا عطیہ:

انسانی اعضاء واجزاء کے عطیہ سے متعلق تمام مقالات کے جائزے اور مباحث کے بعد سمینار یہ محسوس کرتا ہے کہ اس موضوع کا تعلق جہاں شرعی احکام سے ہے وہیں طبی جدید سہولیات اور تحقیقات سے بھی ہے، اس سمت میں آئے دن نئی تحقیقات سامنے آرہی ہیں اس لئے بتدریج شرعی احکام بھی آتے رہیں گے۔اس وقت تک کی جو جدید طبی تحقیقات سامنے آئی ہیں ان کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل تجاویز سمینار نے طے کئے ہیں:

۱- خون انسانی جسم کا ایک اہم اور بنیادی جز ہے جس سے حیات انسانی کی بقا مربوط ہے، اگر کسی انسان کو خون کی ضرورت پڑ جائے اور ماہر ڈاکٹر کی تجویز ہو کہ اس کے لئے خون ناگزیر ہے تو انسانی جان بچانے کے لئے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان یا غیر مسلم کو عطیہ کرنا جائز ہے، اسی طرح کسی مسلمان کے لئے اس سے لینا بھی جائز ہے۔

۲- ایسے بلڈ بینک جہاں لوگ رضا کارانہ طور پر خون کا عطیہ دیتے ہیں اور وہ بینک ضرورتمندوں کو مفت خون فراہم کرتے ہیں وہاں

مسلمان کے لئے خون کا عطیہ کرنا جائز ہے۔

۳- رضا کارانہ بلڈ کیمپ لگانا اور بلڈ بینک قائم کرنا بھی انسانی ضرورت کے پیش نظر جائز ہے اور یہ انسانی خدمت میں شامل ہے۔

۴- ایسے نازک موقع پر جہاں خون کا عطیہ نہ کرنے کی صورت میں جان کا خطرہ ہے وہاں مطلوبہ گروپ کے حامل موجود شخص کے لئے اپنا خون عطیہ کرنا ایک اہم انسانی فریضہ اور شرعاً پسندیدہ عمل ہے۔

۵- موجودہ طبی تحقیق کے مطابق زندہ شخص کے جگر کے بعض حصہ کو دوسرے ضرورتمند انسان کو منتقل کرنا ممکن ہو گیا ہے اور عطیہ کرنے والے کے جگر کے بقیہ بچے ہوئے حصے کا چند مہینوں میں مکمل ہو جانا تجربہ میں آچکا ہے، اس لئے جگر کی منتقلی اور پیوند کاری اپنے کسی عزیز یا دوست کے لئے رضا کارانہ طور پر جائز ہے؛ البتہ خرید وفروخت قطعاً جائز نہیں ہے۔

۶- انسانی دودھ کا بینک قائم کرنا جائز نہیں، اگر بینک قائم ہو تو اس میں دودھ جمع کرنا اور اس میں کسی طرح کا تعاون کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

۷- مرد یا عورت کے مادہ تولید کا بینک قائم کرنا یا کسی مرد یا خاتون کا کسی بینک کو یا کسی ضرورتمند کو مادۂ تولید فروخت کرنا یا بلا قیمت فراہم کرنا یا لینا حرام ہے۔

۸- زندہ شخص کی آنکھ کا قرنیہ دوسرے ضرورتمندوں کے لئے منتقل کرنا جائز نہیں ہے؛ البتہ مردہ کا قرنیہ کسی ضرورتمند کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں اس سلسلہ میں فیصلہ کو موخر کیا جاتا ہے۔

☆ اعلامیہ: تعلیم اور تعلیمی اداروں کی فرقہ واریت سے حفاظت:

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی جانب سے ۲۴ ویں فقہی سمینار دار العلوم اسلامیہ، اوچیرہ، کیرالا میں ۹-۱۱/جمادی الاول ۱۴۳۶ھ مطابق ۱-۳/مارچ ۲۰۱۵ء کو منعقد ہوا جس میں ملک بھر سے آئے ہوئے علماء، فقہاء اور اہل افتاء نے درج ذیل اعلامیہ جاری کیا:

ہندوستان ایک جمہوری ملک اور مختلف مذاہب اور ثقافتوں کا گلدستہ ہے، یہی رنگا رنگی اس ملک کی اصل خوبصورتی ہے، اور اسی نسبت سے پوری دنیا میں اس کو عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، ملک کا دستور بنانے والے نے بھی اس حقیقت کو پیش نظر رکھا ہے، مگر افسوس کہ فرقہ پرست طاقتیں اس ملک کی شبیہ کو بگاڑ دینا چاہتی ہیں، اور وہ اقلیتوں کے مذہبی حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے کوشاں ہیں، اسی سلسلہ کی ایک سازش تعلیمی اداروں کو زعفرانی رنگ میں رنگ دینے کی نازیبا کوشش ہے، حکومت کی ہدایت پر بعض ریاستوں میں سوریہ نمسکار کو لازم قرار دیا گیا ہے یا اس کی ترغیب دی جارہی ہے، بچوں سے مورتی پوجا کرائی جاتی ہے، نیز گیتا اور اکثریت کے مذہبی تصورات کو نصاب کا جزء بنانے کی کوشش ہو رہی ہے، اس پس منظر میں ملک بھر کے علماء اور فقہاء اور اہل دانش کا یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایسی نامناسب کوششوں سے باز آجائے، اقلیتوں کی مذہبی آزادی، ملک کے دستور اور اس کی تکثیری روایت کو پیش نظر رکھے، اور تمام مذاہب کے یکساں احترام کو زندگی کے تمام شعبوں اور خاص کر تعلیم میں ملحوظ رکھے، نیز یہ اجتماع علماء اور ملت کے خواص سے اپیل کرتا ہے کہ وہ عصری تعلیم کے ایسے اسکول قائم کریں جو معیاری عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ بنیادی دینی تعلیم اور اسلامی تربیت سے طلبہ وطالبات کو آراستہ کریں، اور ان کا بنیادی مقصد تجارت نہ ہو بلکہ ملت کے نونہالوں کو بہتر تعلیم وتربیت اور اخلاق سے آراستہ کرنا ہو۔

✧✧✧